Lesson 4: Al-A'araaf (Ayaat 54 - 84): Day 16 **سُوۡرَةُ الۡاَعۡرَاف** کی تفسیر

آیات کا خلاصہ؛ آج کا سبق اللہ تعالیٰ کی توحید اور حمد و ثنا پر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو کیسے پیدا کیا؟ سبق کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا پیغام ہے۔ آج اِس سبق میں کائنات کی تخلیق مراحل کے راز بتائے گئے ہیں۔

پچھلے سبق میں ہم نے جنت اور جہنم کے مناظر دیکھے اور اعراف پر کھڑے لوگوں کے بارے میں بھی پڑھا۔ آج ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کو ششوں کو تیز کر لو کیونکہ اللہ تعالیٰ رَبّ ہے جو کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے۔ آج کے سبق کا ایک خاص پیغام ہے کہ الخلق اور الامر کی تفصیل۔ ہم دعا کرنے کے بارے میں بھی پڑھیں گے۔ اور فساد کی اقسام کے بارے میں جانیں گے۔ جب اللہ کے نبیؑ آتے ہیں تو قوموں کا رویہ کیسا ہوتا ہے۔ اس سبق میں ہم چار انبیاء کرام کے بارے میں پڑھیں گے۔ ہم رسولوںؑ کے طریقۂ تعلیم کے بارے میں بھی پڑھیں گے۔ رسولوںؑ کے دِل میں لوگوں کے لئے دردمندی اور خیر خواہی کو دیکھیں گے۔ کہ کیسے وہ اپنی ذات سے اوپر اُٹھ کر دوسروں کی فلاح کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

ہم سب کے لئے اس میں بہت عملی رہنمائی ہے۔ ہم سارا دِن قرآن کھول کر نہیں بیٹھ سکتے۔ نہ ہی سارا دِن نفلی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ نہ ہی سارا دِن مسجد میں بیٹھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ سارا دِن ہم جو بھی کریں۔ گھر کے کام کریں، دوسروں کے ساتھ تعلقات ہوں یا ملازمت پر ہوں، یا کاروبار کر رہے ہوں۔ ہر وقت اللہ کو اپنے ساتھ اور پاس محسوس کریں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ

کوراضی کرنے کی فکر ہو۔اسی دنیامیں رہتے ہوئے کائنات کے رب کی محبت کو محسوس کریں اور اُس سے ڈرتے رہیں۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِيۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ يَطۡلُبُهٗ حَثِيۡثًا ۙ وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمۡرِهٖ ؕ اَلَا لَـهُ الۡخَـلۡقُ وَالۡاَمۡرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۵۴﴾

کچھ شک نہیں کہ تمہاراپروردگار خدا ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا۔وہی رات کو دن کالباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔اور اسی نے سورج اور چاند ستاروں کو پیدا کیاسب اس کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں۔دیکھوسب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے)۔یہ خدارب العالمین بڑی برکت والا ہے﴿۵۴﴾

رَبّ کاتعارف؛یہ سب چیزیں Step by Step کیوں بنائی گئیں؟مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کوکام کرنے کاطریقہ سکھایاہے۔کہ تدریج کوملحوظِ خاطر رکھیں۔کاموں کوسلیقے سے کرو۔اللہ تو کن کہے توفیکون ہو جائے گا۔چھے دِن میں اس لئے بنایا کہ انسان کاموں کو آرام سے سوچ سمجھ کر کریں۔

بہت سی آیتوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ آسمان وزمین اور کل مخلوق اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں بنائی ہے یعنی اتوار سے جمعہ تک۔جمعہ کے دن ساری مخلوق پیدا ہوچکی۔اسی دن سیدنا آدم علیہ السلام پیدا ہوئے یاتو یہ دن دنیاکے معمول کے دنوں کے برابر ہی تھے جیسے کہ آیت کے ظاہری الفاظ سے فی الفور سمجھا

جاتا ہے یا ہر دن ایک ہزار سال کا تھا؟ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ ہفتہ کے دن کوئی مخلوق پیدا نہیں ہوئی۔ اسی لیے اس کا نام عربی میں «یوم السبت» ہے۔ «سبت» کے معنی "قطع کرنے، ختم کرنے" کے ہیں۔

یہ عالمِ بالا کا واقعہ ہے۔ ہمارے لئے یہی کافی ہے۔ ہم بحث نہیں کرینگے کہ دِن کتنا لمبا تھا۔

اسۡتَوٰی : س و ی۔ قرار پکڑا۔ ت شدّت کے لئے ہے۔ ہموار کرنا۔

پھر فرماتا ہے کہ وہ اپنے عرش پر مستوی ہوا۔ اس پر لوگوں نے بہت کچھ چہ میگوئیاں کی ہیں، جنہیں تفصیل سے بیان کرنے کی یہ جگہ نہیں۔ مناسب یہی ہے کہ اس مقام میں سلف صالحین کی روش اختیار کی جائے۔ جیسے امام مالک، امام اوزاعی، امام ثوری، امام لیث بن سعد، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ وغیرہ آئمہ سلف وخلف رحمۃ اللہ علیہم۔ ان سب بزرگان دین کا مذہب یہی تھا کہ جیسی یہ آیت ہے، اسی طرح اسے رکھا جائے۔ بغیر کیفیت کے، بغیر تشبیہ کے اور بغیر مہمل چھوڑنے کے۔ ہاں مشبہین کے ذہنوں میں جو چیز آرہی ہے، اس سے اللہ تعالیٰ پاک اور بہت دور ہے۔ اللہ کے مشابہ اس کی مخلوق میں سے کوئی نہیں۔

امام مالکؒ نے اس کی تفسیر یہ کی ہے۔ استویٰ معلوم، کیفیت مجہول وسوال بدعہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے عرش پر قرار پکڑا تو قرآن سے معلوم ہو گیا۔ لیکن کیسے پکڑا؟ یہ مجہول ہے (یعنی کیسے قرار پکڑا ہے، کیسے بیٹھا)۔ اور جو کوئی اس بارے میں سوال کرے تو وہ بدعت ہے۔ یعنی جو کوئی اس بارے میں پوچھے گا اُسے میں مسجد سے نکال دوں گا۔

یعنی ہمارے اسلاف اس قسم کی باتوں پر بحث یا بات کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور منع کرتے تھے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ آج بھی کچھ مبلغ اس بارے میں بات کرتے ہیں اور تفصیل میں جاتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کا رَبّ ہے وہ عرش سے کائنات کو کنٹرول کر رہا ہے۔ یہ دُنیا اُس نے انسانوں کے لئے بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود کو پردۂ غیب میں چھپالیا۔ تاکہ وہ دیکھے کون اُس سے ڈرتا ہے، اُس سے محبت کرتا ہے اور اللہ کو اپنے قریب محسوس کرتا ہے۔ اور اپنے اعمال کو بہترین بناتا ہے۔

آج تک جتنے بھی متکبر، کافر، نافرمان اور طاقتور لوگ گُزر چکے ہیں۔ مثال، فرعون، نمرود، قارون، ھامان، کسی نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ انہوں نے اس کائنات کو بنایا ہے۔ اُنہوں نے کئی دعوے کئیے۔ لیکن یہ دعویٰ نہ کر سکے۔ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ کسی نے سورج یا چاند بنایا ہے۔

اللہ کی حکمت دیکھیں کہ ساری کائنات کو پہلے بنایا پھر انسان کو بنایا۔ ورنہ انسان تو اتنا جھگڑالو اور نافرمان ہے شائد یہ دعویٰ بھی کر دیتا کہ سورج چاند بھی اُسی نے بنائے ہیں۔ (نعوذ باللہ)۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کی تفصیل بتائی ہے پھر آگے جا کر سورۃ الحجر میں دنوں کی ترتیب بھی بتائی جائے گی۔

یُغۡشِي : غشی سے ہے۔ یعنی رات دِن کو چھپا لیتی ہے۔

حَثِيۡثًاۙ : ح ث ث۔ یعنی جلدی جلدی کر دیتا ہے۔ نہایت تیزی سے۔ ایک کے بعد دوسرا جلدی سے آ جاتا ہے۔

یعنی دِن اور رات ایک منظم طریقے سے فوراً ایک دوسرے کے بعد آجاتے ہیں۔

مُسَخَّرٰ: س خ ر۔ کنٹرول میں کر دینا۔ کسی کے تحت کر دینا۔ حکم کے نیچے کر دینا۔ مثال؛ سواری کی دعا میں ہم کہتے ہیں کہ سبحان الذی سخّر۔۔۔ اللہ کی تعریف جس نے اس سواری کو ہمارے کنٹرول میں کر دیا۔۔۔

وَالْاَمْرُ : امر کام اور حکم دونوں کے لئے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو بنا کر سب چیزوں کو الگ الگ فرائض دے دیئے۔ سب کو حکم دیا کہ کس نے کیا کرنا ہے۔ کائنات کی ہر چیز اللہ کے حکم کے مطابق اپنی باری پر اپنی ڈیوٹی اَدا کرتی ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کائنات فطری طور چل رہی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے کائنات تو بنا دی لیکن اُس کا اس پر کوئی کنٹرول نہیں یہ زندگی کا پہیہ خود بخود ہی گھومتا رہتا ہے۔ یہ چیزیں قدرتی طور پر ہو رہی ہیں۔

جو لوگ اللہ کو Controller God نہیں مانتے۔ یہ آیت اُس بات کا رَدّ ہے۔ جب لوگوں نے یہ بات کہی تو پھر باقی باتوں میں بھی شک شروع ہو گیا۔ اور پھر کچھ لوگوں نے سورج چاند کو ہی پوجنا شروع کر دیا۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ کسی کی ملازم کو اپنا باس / مالک اور آقا بنا لیں۔

اللہ تعالیٰ کی کائنات بہت منظم اور طے شدہ منصوبے کے مطابق چل رہی ہے۔ اللہ نے ہر چیز کو مقصد سے پیدا کیا ہے اور ہر چیز اللہ کے حکم کی پابند ہے۔ آپ خود سوچ لیں اگر سب چیزیں اپنی مرضی

کرنے لگیں تو کیا ہو گا؟ یا پھر دو لوگ ایک ہی گاڑی کو کنٹرول کرنے لگیں؟ ایک اسٹئیرنگ ویل اور بریک کو کنٹرول کرے اور دوسرا گئیر تبدیل کرے کیا کار چلا سکیں گے؟

یہ کام ایسے نہیں چل سکے گا۔ ایک ہی خدا ہے، ایک ہی رَبّ ہے اور ایک ہی اللہ کا حکم چلتا ہے۔ دو لوگ ایک ہی چیز کا کنٹرول کیسے سنبھال سکیں گے۔

اب ہوتا یہ ہے کہ لوگ اللہ کو خالق رَبّ تو مانتے ہیں لیکن حاکم رَبّ نہیں مانتے وہ اس لئے کہ خالق مان لیا تو ٹھیک ہے اللہ نے سب کچھ پیدا کیا۔ جب حاکم مانیں گے تو حکم بھی اُسی کا چلے گا۔ کیونکہ لوگ زندگی اپنی مرضی سے گزارنا چاہتے ہیں۔ اللہ کے حکم پر نہیں۔

ایک اَلْخَلْقُ لفظ ہے اور دوسرا لفظ وَالْاَمْرُ ہے۔

یہ کائنات الخلق ہے۔ اس کا تعلق تخلیق سے ہے۔ انسان کا اپنا وجود۔ الخلق وہ ہے جو ہم دیکھ سکتے ہیں۔ ظاہری وجود والی چیزیں۔ عالمِ شھادہ بھی کہتے ہیں۔ اپنی پانچ حسّیات بھی الخلق ہیں (حواسِ خمسہ)۔ بچے کے جنین سے لے کر بڑے ہونے تک۔ بیج سے پودا۔ یہ سب عالمِ خلق ہے۔ عالمِ خلق میں وقت اور جگہ چاہیئے۔ Need Time & Space.

خلق بھی اللہ کی ہے، اللہ خالق ہے۔

وَالْاَمْرُ : یہ وہ جہان ہے جو وقت کی قید سے آزاد ہے۔ اللہ کن کہتا ہے فیکون ہو جاتا ہے۔ پہلے اللہ نے کن کہا تو سب کچھ ہو گیا۔ وقت کی قید سے آزاد۔ اللہ کا حکم ہی کافی تھا۔ پھر اللہ نے حکم دیا تو یہ چار چیزیں بنیں۔

Time, Energy, Space, Force

اللہ کے کام کرنے کے دو طریقے ہیں؛ ایک تو فوراً ہو جاتا ہے۔ کن کہنے سے اور ایک کے لئے وقت لگتا ہے۔ وقت اور جگہ کی پابندی ہوتی ہے۔ اللہ کے عالم الغیب کا تعلق الامر سے ہے۔ یہ الامر والی دُنیا Unseen & invisible ہے۔

Unseen: یعنی دیکھ نہیں سکتے۔ ہاں اگر کوئی مشین استعمال کر لیں تو نظر آ جائینگی۔ مثال ایکسرے مشین یا Scan کرنے والی مشینیں ہمارے جسم کے اندر کی چیزیں دیکھ سکتی ہیں۔

invisible: اس کے لئے وحی کی ضرورت ہوتی ہے۔ عقل اس کو نہیں دیکھ سکتی ہے۔ کوئی اس کو عقل سے نہیں پا سکتا۔ اللہ کے عالم الغیب تک رسائی کسی انسان کی نہیں ہو سکتی۔ اگر اللہ چاہے گو تو کسی کو کچھ دکھا دے گا۔

یہ بات سمجھ لیں تو شیطان ہمارے ذہن میں شک نہیں ڈال سکتا۔

اللہ کی کائنات ہے، اُس کے حکم کی پابند ہے۔ اور اللہ کے ہاں سب کچھ ممکن ہے۔ ہم کچھ سیّارے Galaxies ٹیلی سکوپ سے دیکھ سکتے ہیں۔ خلاء اور Planets کی معلومات مشینوں سے لے سکتے ہیں لیکن اپنے کندھوں پر بیٹھے کراماً کاتبین کو نہیں دیکھ سکتے۔

مسلمان بہت خوش قسمت ہیں۔ کچھ چیزیں ہمیں اللہ کی کتاب پر ایمان لانے سے پتا چلیں گیں۔ یعنی وحی کی اہمیت کا پتا چلتا ہے۔ اللہ کی کائنات ہے صرف وہی یہ راز بتا سکتا ہے۔ مسلمان دنیاوی اور دینی علوم سے کامیابیاں حاصل کر سکتا ہے۔ صرف دنیاوی علم سے انسان بھٹک جاتے ہیں۔ یا پھر جاھل ہی

رہتے ہیں۔ صحیح علم حاصل کرنے سے ایمان پختہ ہوتا ہے اور انسان ہدایت پر رہتا ہے۔ آج انسان جس فرسٹریشن کا شکار ہیں کیونکہ وہ کچھ گتھیاں نہیں سلجھا سکتے وہ اسی لئے کہ وہ الامر کو نہیں سمجھ سکتے۔ الامر کو سمجھنے کے لئے ایمان لانا پڑے گا۔ اللہ کو حاکم ماننا پرے گا۔

مرنے کے بعد انسان وقت اور جگہ کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ روح کا تعلق مادے سے ختم ہو جاتا ہے۔

کائنات کو بنایا بھی اللہ نے ہے اور اس نظام کو وہی چلا رہا ہے۔ جس بندے کو اپنے مالک کی سمجھ آگئی۔ تو 80٪ کام تو ہو جاتا ہے۔ اور جب انسان کو اپنی اوقات سمجھ آگئی تو باقی 20٪ کام بھی ہو جاتا ہے۔

دعا کریں کہ اللہ ہمیں خیر کا علم عطا فرمائے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اَب آپ یہ سوچیں کہ وہ رَبّ جو کن کہتا ہے اور کام ہو جاتا ہے، تو میں تو اپنی ضرورتیں اُسی کے سامنے رکھوں گی۔ اُسی سے مانگوں گی۔ اُسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤں گی۔ کس میں اتنی طاقت ہے جو کن کہنے سے کر دیتا ہے؟

صرف اللہ کی ذات ہی یہ کر سکتی ہے۔ سبحان اللہ، ساری تعریفیں اُسی کے لئے ہیں۔

جب اللہ کی اتنی قدرت کو کو پہچان لیا ہے تو؛

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾ (لوگو) اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا﴿۵۵﴾

اور کیا نہ کرو؟

وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا وَادۡعُوۡهُ خَوۡفًا وَّطَمَعًا‌ ؕ اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۵۶﴾

اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا اور خدا سے خوف کرتے ہوئے اور امید رکھ کر دعائیں مانگتے رہنا۔ کچھ شک نہیں کہ خدا کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے ﴿۵۶﴾

ان دو آیات کو دیکھیں تو دعا مانگنے کے چار آداب سمجھ آتے ہیں۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہمیں دعا مانگنے کا طریقہ سکھا دیا۔ کہ چپکے چپکے آہ وزاری کریں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعا کی ہدایت کرتا ہے جس میں ان کی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ فرماتا ہے کہ اپنے پروردگار کو عاجزی، مسکینی اور آہستگی سے پکارو۔

بخاری و مسلم میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے دعا میں اپنی آوازیں بہت بلند کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو۔ تم کسی بہرے کو یا غائب کو نہیں پکار رہے۔ جسے تم پکار رہے ہو، وہ بہت سننے والا اور بہت نزدیک ہے۔ (صحیح بخاری:2992)

' اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ ' دعا میں زیادتی کیا ہے؟

- اپنی حیثیت اور مرتبے سے بڑھ کر دُعا نہ کی جائے۔ مثال کہ یا اللہ میں امریکہ کی صدر بن جاؤں۔ اپنی اوقات کے مطابق مانگیں۔ یا پھر یہ کہنا کہ میں سولہ سال کی ہو جاؤں۔ یہ ناممکن ہے۔
- دعا مانگتے ہوئے حکم کا انداز اختیار نہ کریں۔
- دعا کے اندر غلو نہ کیا جائے۔ بات کو بڑھا چڑھا کر پیش نہ کریں۔
- حرام کی دعا نہ کریں۔
- مایوس ہو کر دعا مانگنا نہ چھوڑ دیں۔

ایک صاحب اپنی دعا میں کہہ رہے تھے کہ یا اللہ! جنت میں داخل ہونے کے بعد جنت کی دائیں جانب کا سفید رنگ کا عالیشان محل میں تجھ سے طلب کرتا ہوں۔(سنن ابوداود:96، قال الشيخ الألباني:صحيح)

اللہ کے نبیؐ نے فرمایا اس نے دُعا میں غلو کیا۔

مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور سے مانگنا۔ مثال بیوی شوہر سے نہ مانگے بلکہ اُس کے دوست سے مانگے۔ بچہ ماں سے نہ مانگے بلکہ کسی اور سے مانگ لے۔ اس طرح اپنی بھی انسلٹ کرتے ہیں اور اللہ کی بھی (نعوذ باللہ)۔ صرف اللہ سے مانگیں۔ اللہ کو کسی کی سفارش نہیں چاہیئے۔ وہ آپ کی دُعا سنے گا۔

عاجزی سے مانگیں۔ رو رو کر دعا مانگیں۔ جب اجتماعی دعا ہے تو سب کو شامل کریں لیکن بہت سا بقے لاحقے نہ لگائیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " «تَضَرُّعًا» کے معنی ذلت مسکینی اور اطاعت گزاری کے ہیں اور «خُفْيَةً» کے معنی دلوں کے خشوع خضوع سے، یقین کی صحت سے، اس کی وحدانیت اور ربوبیت کا، اس کے اور اپنے درمیان یقین رکھتے ہوئے پکارو۔ نہ کہ ریاکاری کے ساتھ، بہت بلند آواز سے۔"

امام ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " دعا میں بلند آواز، ندا اور چیخنے کو مکروہ سمجھا جاتا تھا بلکہ گریہ وزاری اور آہستگی کا حکم دیا جاتا تھا۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: " دعا وغیرہ میں حد سے گزر جانے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔"

ابو مجاز رحمہ اللہ کہتے ہیں: " مثلاً اپنے لیے نبی بن جانے کی دعا کرنا وغیرہ۔"

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ان کا لڑکا اپنی دعا میں کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتیں اور اس کے ریشم و حریر وغیرہ وغیرہ طلب کرتا ہوں اور جہنم سے، اس کی زنجیروں اور اس کے طوق وغیرہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو آپؓ نے فرمایا: تو نے اللہ سے بہت سی بھلائیاں طلب کیں اور بہت سی برائیوں سے پناہ چاہی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ عنقریب کچھ لوگ ہوں گے جو دعا میں حد سے گزر جایا کریں گے۔ (مسند احمد:1/172-183)

ایک سند سے مروی ہے کہ وہ دعا مانگنے میں اور وضو کرنے میں حد سے نکل جائیں گے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا: تجھے اپنی دعا میں یہی کہنا کافی ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور جنت سے قریب کرنے والے قول و فعل کی توفیق طلب کرتا ہوں اور جہنم اور اس سے نزدیک کرنے والے قول و فعل سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (سنن ابوداود:1480، قال الشيخ الألباني:حسن صحيح، ابوداؤد)

ابن ماجہ وغیرہ میں ہے: ان کے صاحبزادے اپنی دعا میں کہہ رہے تھے کہ یا اللہ! جنت میں داخل ہونے کے بعد جنت کی دائیں جانب کا سفید رنگ کا عالیشان محل میں تجھ سے طلب کرتا ہوں۔ (سنن ابوداود:96، قال الشيخ الألباني:صحيح)

اَب اپنے کلچر کا جائزہ لیں۔ ہمارے معاشرے میں کچھ لوگ صرف اسی لئے بہت مشہور ہیں کہ دُعا میں غلو کرتے ہیں۔ لوگ اُن کو خاص طور پر اس لئے بلاتے ہیں کیونکہ وہ دُعا کرتے وقت سابقے لاحقے لگاتے ہیں۔ لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں۔

اگر تو قدرتی طور پر دعا کرتے وقت رونا آجائے تو یہ تقویٰ ہے لیکن اگر کوئی مصنوعی طریقے سے روئے تو یہ ریاکاری ہو گا۔

بعض لوگ تو سامنے لکھ کر رَکھ لیتے ہیں پھر خوب جذباتی ہو کر پڑھ پڑھ کر دعائیں مانگتے ہیں۔ باقی لوگ بیٹھ کر واہ واہ یا سبحان اللہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ بناوٹ اور تصنع والی باتیں نہ کریں۔ جو دِل سے نکلتا ہے وہی انداز اختیار کریں۔

ایک طرف تو اشتہاری بازی نے ہمیں خراب کر دیا دوسرا لوگوں کے مصنوعی انداز کی دعاؤں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔

آپ نے حرمِ کعبہ کے امام کی دُعا سُنی ہو گی۔ اگر آپ کو عربی سمجھ آتی ہے تو آپ نوٹ کریں کہ وہ 80٪ دعائیں تو احادیثِ رسولؐ کی دعائیں ہی کرتے ہیں۔ لیکن کیونکہ اُن کو عربی سمجھ آتی ہے تو وہ دِل سے سمجھ کر دعا کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر انسان کے دِل پر بھی اَثر ہو رہا ہوتا ہے۔

فطری رونا آجائے تو اچھی بات ہے لیکن اہتمام نہ کریں۔

اللہ کے نبیؐ کی بہت پیاری دعا ہے،

اللّٰھُمَّ اِنِّیٓ أَسۡلکَ مِنَ الۡخَیۡرِ کُلِّهِ عَاجِلِهِ وَاجِلِهِ مَا عَلِمۡتُ مِنۡهُ وَمَا لَمۡ أَعۡلَمۡ وَأَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمۡتُ مِنۡهُ وَمَا لَمۡ أَعۡلَمۡ وَأَسۡأَلُکَ الۡجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَیۡهَا مِنۡ قَوۡلٍ أَوۡ عَمَلٍ وَأَعُوۡذُبِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَیۡهَا مِنۡ قَوۡلٍ أَوۡ عَمَلٍ

اے اللہ، میں تجھ سے ہر طرح کی بھلائی چاہتی ہوں؛ وہ بھی جو فوراً ملنے والی ہے اور وہ بھی جس کے لیے تونے وقت مقرر کر رکھا ہے؛ وہ بھی جو میرے علم میں ہے اور وہ بھی جسے میں نہیں جانتی اور ہر طرح کے شر سے تیری پناہ چاہتی ہوں؛ وہ بھی جو عنقریب پہنچ جائے گا اور وہ بھی جس کے لیے تونے وقت مقرر کر رکھا ہے؛ وہ بھی جو میرے علم میں ہے اور وہ بھی جسے میں نہیں جانتی اور تجھ سے جنت مانگتی ہوں، اور ایسے قول و عمل کی توفیق چاہتی ہوں جو اس کے قریب کر دینے کا باعث ہو اور دوزخ سے تیری پناہ مانگتی ہوں، اور ایسے قول و عمل سے پناہ مانگتی ہوں جو اس کے قریب کر دینے کا باعث ہو۔

یہ قرآنی دعا بھی بہت جامع دعا ہے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (201)

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا (۲۰۱)

جامع دعائیں مانگیں۔ دیکھیں سب کچھ اسی میں آجاتا ہے۔

اپنی ندامت اور بے قیمتی کے احساس کے ساتھ پڑھو۔ جب آپ اللہ کے ساتھ جُڑے ہوں تو آپ کا دِل گواہی دیتا ہے کہ آپ کی دعا اللہ نے سُن لی ہے۔

اُستاذہ عفّت مقبول صاحبہ کا 'دُعا مومن کا ہتھیار ہے' لیکچر نورالقرآن ویب سائٹ سے سُنیں۔

عبدالرحمان کیلانی کی کتابُ الدّعا بھی پڑھیں۔ اور اِس کتاب پر اُستاذہ عفّت مقبول صاحبہ کے لیکچر نورالقرآن ویب سائٹ سے سُنیں۔ دعا اور تقدیر وغیرہ کے موضوع پر تفصیل سے بات کی گئی ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی مینھ) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری (بنا کر) بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھالاتی ہے تو ہم اس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں۔ پھر بادل سے مینھ برساتے ہیں۔ پھر مینھ سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں

کو(زمین سے)زندہ کرکے باہر نکال لیں گے۔(یہ آیات اس لیے بیان کی جاتی ہیں)تاکہ تم نصیحت پکڑو﴿۵۷﴾

پس فرمایا کہ بارش سے پہلے بھینی بھینی خوش گوار ہوائیں وہی چلاتا ہے۔«بُشْرًا» کی دوسری قرأت «مُبَشِّراتٍ» بھی ہے۔رحمت سے مراد یہاں بارش ہے۔

بعض اوقات زندگی میں بھی مشکل حالات ہوتے ہیں۔ پھر انسان کو ہدایت نصیب ہو جاتی ہے۔لوگ اللہ سے اور قرآن سے جُڑ جاتے ہیں۔ پھر اُن کی زندگی ہی بدل جاتی ہے۔زندگی میں جب بھی اللہ نے کوئی خوشخبری دینی ہوتی ہے تو اللہ آپ کی حالت بدلنا شروع کر دیتا ہے۔زندگی میں آسانی اور تبدیلی آتی ہے۔مایوس نہ ہوں۔

جب بھی کوئی مشکل آئے تو وقت کا انتظار کریں۔کمال درجے کا ضبط اور صبر اختیار کریں۔اللہ کی رضا میں راضی ہو جائیں۔پھر دیکھیں اللہ کی رحمتیں اور نعمتیں کیسے ملتی ہیں۔اللہ پر توکل رکھیں۔اللہ اپنے بندوں کو اکیلا نہیں چھوڑتا۔دِل میں سکون اور اطمینان آجاتا ہے۔

کبھی کبھی کوئی مشکل آجائے، کوئی فوت ہو جائے یا کسی سے جدائی ہو جائے تو پھر بھی انسان اللہ سے جُڑ جاتا ہے۔

یہ ہوائیں بھاری پانی اُٹھا کر پھرتی ہیں۔ایک جگہ سے دوسری جگہ لاکھوں ٹن پانی لے کر جاتی ہیں۔اللہ کا نظام دیکھیں کیسے پانی ہر جگہ پہنچا دیتا ہے۔

کیسے بارش کے پانی سے زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ ہم پھل اور فصلیں حاصل کرتے ہیں، اسی طرح اللہ مردوں کو بھی زندہ کرے گا۔ ہمارے سامنے مثالیں ہیں۔ پھر فرمایا '(یہ آیات اس لیے بیان کی جاتی ہیں) تاکہ تم نصیحت پکڑو' آئیں اس پر غور و فکر کریں۔

دیکھنے میں تو بارش کا موضوع سائنسی موضوع لگتا ہے۔ کیسے سمندر سے بخارات اُٹھ کر اوپر اُٹھ جاتے ہیں۔ پھر بادلوں میں وہ پانی جمع ہو جاتا ہے۔ جو کبھی بارش بن جاتا ہے اور کبھی بر فباری۔ آپ یہ دیکھیں کہ وہ بادل سمندر پر نہیں برستے۔ سمندر کو کوئی فائدہ نہیں۔ پھر ہوائیں اُن کو مردہ اور بنجر، سوکھی زمین کی طرف لے جاتی ہیں۔ وہاں بارش ہوتی ہے اور فصلیں اُگتی ہیں۔

اسی طرح وحی الٰھی کو بھی بارش کہا گیا۔ اللہ کا بندے علم حاصل کرتے ہیں۔ کئی دریاؤں اور سمندروں کے پانی پیتے ہیں۔ پھر اُن کے علم کی بارش کہیں اور ہوتی ہے۔ سیکھتے کہیں ہیں اور سکھاتے کہیں اور ہیں۔ آپ ہمارے اسلاف، آئمہ کرام، محدّثین، مفسرین کی زندگی سے مثالیں دیکھ لیں۔ کہتے ہین کہ جس نے علم کے لئے سفر نہیں کیا اس کا علم معتبر نہیں ہے۔ یعنی جو ساری زندگی ایک جگہ ہی رہا۔ کبھی اپنے گاؤں یا شہر سے باہر نہیں نکلا، اُس کا علم بھی محدود ہو گا۔ جب آپ کئی شہروں اور ملکوں سے علم سیکھتے ہیں تو پھر اُس کے علم میں وسعت ہوتی ہے۔

آج ہمارے پاس کتابیں اور انٹرنیٹ کی سہولت کی وجہ سے جو علم کے خزانے ہیں اُن کی قدر کریں۔ ہمارے اسلاف نے جو علم کے خزانے کتابیں اور تفاسیر ہمارے لئے چھوڑی ہیں۔ اُن سے فائدہ اُٹھائیں۔

ہمارے اسلاف کی مائیں اپنے بچوں کو علم حاصل کرنے بھیجتی تھیں۔ آج کتنی مائیں اپنے بچوں کو تقویٰ والے اُستادوں کے پاس بھیجتی ہیں۔ آج کتنے نوجوان مسلمان مفسرین اور محدّثین سے علم حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ بہت زیادہ قابل اُستاد علمی باتیں سکھا دینگے۔ یا پھر بہت انٹیلکچوئیل قسم کے اُستاد باتیں تو بہت خوبصورت کر لیتے ہیں۔ لیکن دِل اور ذہن صرف متقی اُستاد ہی بدل سکتے ہیں۔

اُستاد کا عمل شاگرد کے عمل کو آسان کر دیتا ہے۔ جب ماں اسکارف اور حجاب پہنتی ہے تو بیٹی کے لئے پہننا آسان ہوتا ہے۔ اگر آپ نے نیکی اور خیر کا سفر شروع کر دیا ہے تو انشاء اللہ آپ کے بچے بھی ہدایت پر آجائینگے۔

صحیح علم انسان کو ہدایت اور کامیابی عطا کرتا ہے۔ اللہ نے کوئی انسان بیکار پیدا نہیں کیا۔ آپ اپنے ٹیلنٹ اور خوبیوں وصلاحیتوں کو حق کے لئے استعمال کریں۔

نبیوںؑ کو اللہ نے ہر طرح کے حالات سے گُزارا۔ انہوں نے جہاد بھی کیئے، معاشرتی طور پر مخالفتیں برادشت کیں۔ اور آزمائشوں سے گزرے۔ جب وہ اللہ کا پیغام دیتے تو لوگوں کے دو طرح کے رویے نظر آتے ہیں۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿٥٨﴾

جو زمین پاکیزہ (ہے) اس میں سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے (نفیس ہی) نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں جو کچھ ہے ناقص ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم آیتوں کو شکر گزار لوگوں کے لئے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں ﴿۵۸﴾

یعنی وہی بارش پھولوں کی کیاری پر پڑتی ہے تو ہر طرف خوشبو پھیل جاتی ہے۔ اور جب کچرے کے ڈھیر پر پڑتی ہے تو ہر طرف بدبو پھیل جاتی ہے۔

قرآن وہی ہے، اس کو پڑھ کر کسی کو فلاح مل جاتی ہے اور کسی کی ریاکاری میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کوئی اللہ کے دین کی خدمت میں لگ جاتا ہے اور کوئی صرف اپنے نام کے ساتھ عالم لگا لیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس علم و ہدایت کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر بہت زیادہ بارش ہوئی۔ زمین کے ایک صاف عمدہ ٹکڑے نے تو پانی قبول کیا، گھاس اور چارہ بہت سا اس میں سے نکلا۔ ان میں بعض ٹکڑے ایسے بھی تھے جن میں پانی جمع ہو گیا اور وہاں رک گیا۔ پس اس سے بھی لوگوں نے فائدہ اٹھایا، پیا اور پلایا۔ کھیتیاں، باغات تازہ کئے، زمین کے جو چٹیل سنگلاخ ٹکڑے تھے، ان پر بھی وہ پانی برسا لیکن نہ تو وہاں رُکا، نہ وہاں کچھ اُگا۔ یہی مثال اس کی ہے جس نے دین کی سمجھ پیدا کی اور میری بعثت سے اس نے فائدہ اٹھایا، خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے سر ہی نہ اٹھایا اور اللہ کی وہ ہدایت ہی نہ کی جو میری معرفت بھیجی گئی۔ (صحیح بخاری:79) (مسلم و نسائی)

اپنا محاسبہ کریں؛ میں کیسی زمین ہوں۔ آپ یہ دیکھیں کہ اُستاد وہی ہوتا ہے۔ بارش سب جگہ ایک جیسی پڑتی ہے لیکن زمین ایک سی نہیں ہوتی، اسی طرح طالب علم بھی اپنی صلاحیت اور محنت کے

مطابق اُستاد سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ نتائج مختلف ہوتے ہیں۔ مثال جیسے آپ کو اپنے بچوں کے بارے میں اندازہ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی اُستاد کو اپنے طالب علموں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

یاد رکھیں اللہ نے ہم سب کے اندر خیر رکھی ہے۔ اگر قرآن اندر نہیں جا رہا۔ نیک عمل کرنے کو دل نہیں کرتا۔ تو پھر اللہ سے رو رو کر دعائیں مانگیں۔ اللہ سے خیر اور بھلائی طلب کریں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنی خیر کو پہچان کر عمل بدل لیتے ہیں۔

خود کو کارآمد بنائیں۔ اپنے آپ کو بارش سمجھیں۔ لوگوں پر برسیں۔ لوگوں کو آپ سے فائدے ملیں۔ آپ لوگوں کے ساتھ خیر خواہ بن جائیں۔

انسانیت بہت پریشان ہے۔ لوگوں کو ہماری ضرورت ہے۔ قرآن کا پیغام ہے کہ جو لوگوں کو فائدہ دے گا وہی بچے گا۔ یاد رہے کہ ہم سورۃ الاعراف میں تزکیر بایام اللہ پڑھ رہے ہیں۔

(علمِ تذکیر بایّامِ اللہ: ان واقعات کا ذکر جو خدا کی اطاعت کرنے والوں کی جزا اور مجرموں کی سزا سے متعلق ہیں۔) اللہ کی نشانیوں کو دیکھ رہے ہیں۔ اُن سے سیکھ رہے ہیں۔

کبھی قوموں کے عذاب سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور کبھی اللہ کی نعمتوں پر غور و فکر کر رہے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ ہمیں حق کا پیغام دوسروں تک پہنچانے والا بنا دے۔ آمین